حافظ محمد زبیر

حلال وحرام اور غامدی صاحب کا تصور فطرت

غامدی صاحب کے نزدیک جس طرح معروف ومنکر کا تعین فطرت انسانی سے ہوگا، اسی طرح ان کے نزدیک کھانے کے جانوروں میں بھی سوائے چار کے حلال وحرام کا تعین فطرت انسانی ہی کرے گی۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعے اسے بتایا کہ سؤر، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور بھی کھانے کے لیے پاک نہیں ہیں اور انسان کو ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جانوروں کی حلت وحرمت میں شریعت کا موضوع اصلاً یہ چار ہی چیزیں ہیں۔ چنانچہ قرآن نے بعض جگہ 'قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ' اور بعض جگہ 'اِنَّمَا' کے الفاظ میں پورے حصر کے ساتھ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی حلت وحرمت کے باب میں صرف یہی چار چیزیں حرام قرار دی ہیں''۔

غامدی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کے ذریعے صرف چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو کہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک 'ذی ناب' اور 'ذی مخلب' کی حرمت بھی اللہ کی طرف سے ہے جیسا کہ آگے چل کر ہم دلائل سے اس بات کو واضح کریں گے۔ ایک اور جگہ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچلی والے درندوں، چنگال والے پرندوں اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اوپر کی بحث سے واضح ہے کہ یہ اسی فطرت کا بیان ہے جس کا علم انسان کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ ہم اگر چاہیں تو ممنوعات کی اس فہرست میں بہت سی دوسری چیزیں بھی اس علم کی روشنی میں شامل کر سکتے ہیں۔ لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسے بیان فطرت کے بجائے بیان شریعت سمجھا''۔

غامدی صاحب کے نزدیک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، وہ اپنی فطرت سے حرام قرار دیا ہے نہ کہ وحی سے۔ غامدی صاحب کا یہ موقف بھی قرآن وسنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ غامدی صاحب کے شاگرد رشید جناب منظور الحسن صاحب نے غامدی صاحب کے تصور فطرت کی وضاحت میں اپنے ایک حالیہ مضمون میں لکھا ہے کہ قرآن کی آیت 'یحل لھم الطیبت و یحرم علیھم الخبائث' میں 'الطیبات' اور

'الخبائث' کا تعین فطرت انسانی کرے گی۔ہم یہ کہتے ہیں کہ جمہور اہل سنت کے برحق مذہب کے مطابق حلال وحرام اور خبائث وطیبات کا تعین وحی الٰہی سے ہوگا۔اس موقف کے درج ذیل دلائل ہیں: ☆

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل لَّآ أَجِدُ فِيْ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ (الأنعام:۱۴۵)

''اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے: میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی کیا گیا ہے کسی بھی چیز کو حرام کسی بھی کھانے والے پر جو کہ اس کو کھاتا ہو۔''

اس آیت مبارکہ کے الفاظ 'ما أوحی الی' اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحی کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار نہیں دے سکتے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا اختیار نہیں ہے تو ایک عام انسان اپنی فطرت سے کسی طرح کسی چیز کو حرام قرار دے سکتا ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُواْ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (الأنعام:۱۱۹)

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس جانور کو نہیں کھاتے کہ جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کھول کر وہ سب چیزیں بیان کر چکا ہے جو کہ اس نے تم پر حرام ٹھہرائی ہیں، سوائے اس کے تم ان میں کسی ایک چیز کے استعمال پر مجبور ہو جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام چیزوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ذریعے ان کی مزید تشریح اور وضاحت بھی فرما دی ہے۔لہٰذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وضاحت کے بعد بھی کیا اس بات کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ فطرت کی بنیاد پر کچھ چیزوں کو حرام ٹھہرایا جائے؟ قرآن کی نص 'و قد فصل لكم ما حرم عليكم' سے معلوم ہوتا ہے کہ طیبات وخبائث کے مصداقات متعین ہیں۔اگر طیبات وخبائث کے مصداقات کا تعین فطرت انسانی سے ہونا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ حلال وحرام کی تفصیل اللہ نے بیان نہیں کی بلکہ انسان نے اس فہرست کو ابھی مکمل کرنا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ (الأعراف:۱۵۷)

''آپ ان کے لیے طیبات کو حلال قرار دیں گے اور خبائث کو حرام قرار دیں گے۔''

قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ طیبات وخبائث کا تعین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری تھی۔ 'یحل' میں 'ھو' ضمیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اس سے عام انسانوں کو مراد لینا اصول تفسیر کے کس

☆ یہاں مقالہ نگار نے بعض ان دلائل کا اعادہ کیا ہے جو ان کے مضمون ''غامدی صاحب کے تصور فطرت کا تنقیدی جائزہ'' (الشریعہ، فروری ۲۰۰۷) میں پیش کیے گئے ہیں۔اختصار کے پیش نظر انھیں حذف کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

اصول کے تحت جائز ہوا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے مطابق طیبات و خبائث کا تعین اپنی احادیث مبارکہ سے فرما دیا۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''اور اللہ تعالیٰ کا قول ''آپؐ ان کے لیے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام ٹھہرائیں گے'' اللہ کی طرف سے یہ خبر ہے کہ آپ مستقبل میں ایسا کریں گے۔ پس آپؐ نے طیبات کو حلال ٹھہرایا ہے اور خبائث کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ آپؐ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجوں والے پرندے کو حرام قرار دیا ہے۔'' (فتاویٰ ابن تیمیۃ: کتاب التفسیر، فصل الناس فی مقام حکمۃ الأمر والنھی علی ثلاثۃ أصناف)

امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

''ان میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات کو حلال قرار دیا ہے اور خبائث کو حرام ٹھہرایا ہے اور کچھ چیزیں ایسی تھیں کہ ان دونوں کے درمیان تھیں، ان کا ان دونوں میں سے کسی ایک یعنی طیبات یا خبائث سے الحاق ممکن تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام اشیا کے بارے میں کہ جن کے طیب یا خبیث ہونے میں اشکال ہو سکتا تھا، وضاحت فرما دی کہ یہ طیب ہے یا خبیث ہے۔ پس آپؐ نے درندوں میں سے ہر کچلی والے درندے اور پرندوں میں سے پنجوں والے پرندوں کے کھانے سے منع فرمایا۔'' (الموافقات، جلد۲، ص ۱۸)

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبات و خبائث کی وضاحت فرما دی تو حلال و حرام کی فہرست واضح ہو گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی حکم پر عمل کرتے ہوئے طیبات و خبائث کے افراد کے بیان کی بجائے ان کی تعیین کے لیے کچھ اصول دے دیے، مثلاً آپؐ نے ہر 'ذی ناب من السباع' کو حرام قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حرمت کی علل میں سے ایک علت قوت سبعیہ بھی ہے۔ یعنی جن جانوروں کا گوشت کھانے سے انسانوں میں درندگی کے اوصاف پیدا ہوں، ان کے اخلاق بگڑ جائیں، ان میں بغاوت، زیادتی، ظلم اور سرکشی کے جراثیم پیدا ہوں تو ایسے جانوروں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبائث کہا ہے اور ان جانوروں کی ایک معروف علامت 'ذی ناب' بیان کر دی تا کہ ان کی معرفت میں آسانی ہو۔ یہ ذہن میں رہے کہ صرف 'ذی ناب' ہونا کسی جانور کے حرام ہونے کی علت نہیں ہے، کیونکہ گوہ بھی 'ذی ناب' میں سے شمار ہوتی ہے، جیسا کہ ابن قیمؒ نے 'اعلام الموقعین' میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبات و خبائث کا تعین کرتے ہوئے کچھ جامع اصول بیان کیے ہیں کہ جو ایک مستقل مضمون کے متقاضی ہیں۔ ان شاء اللہ ان تمام اصولوں پر ایک علیحدہ مستقل مضمون میں بحث ہو گی۔

سید منظور الحسن صاحب کے نزدیک 'الطیبات' اور 'الخبائث' کا تعین فطرت انسانی سے ہو گا جو کہ خود غامدی صاحب کے اصول 'قرآن قطعی الدلالۃ ہے' کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر فطرت انسانی سے 'الطیبات' اور 'الخبائث' کا تعین کیا جائے گا تو قرآن کے ان الفاظ کا معنی کبھی بھی متعین نہ ہو سکے گا اور فطرت میں اختلاف کی صورت میں ایک فقیہ کے نزدیک ایک جانور حلال ہو گا اور دوسرے کے نزدیک وہی جانور حرام ہو گا۔ بعض فقہا کے جن اقوال کو منظور صاحب نے اپنے تصور فطرت کے حق میں بطور دلیل پیش کیا ہے، ان فقہا کا بعض جانوروں کی حلت و حرمت میں اختلاف ہی اس بات کی صریح دلیل ہے کہ فطرت انسانی سے حلال و حرام کی فہرستیں مرتب نہیں ہو سکتیں اور فطرت انسانی سے طیبات و خبائث کی تعیین کی صورت میں

مراد الٰہی معاذ اللہ لغو قرار پاتی ہے کیونکہ ایک فقیہ ایک جانور کو طیب کہہ کر حلال قرار دے رہا ہوگا جبکہ دوسرا فقیہ اسی جانور کو خبیث قرار دے کے حرام کہہ رہا ہوگا۔ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے طیبات کو حلال کرتے ہیں اور خبائث کو حرام قرار دیتے ہیں اور گھوڑے کا گوشت طیب نہیں ہے بلکہ وہ خبیث ہے، کیونکہ طبائع سلیمہ اس کو اچھا نہیں سمجھتیں بلکہ اس کو برا خیال کرتی ہیں، یہاں تک کہ کسی بھی شخص کو اگر اس کی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اس کو برا ہی سمجھے گا اور اس کی طبیعت اس کے کھانے سے بچے گی۔'' (بدائع الصنائع، کتاب الذبائح والصیود)

علامہ کاسانیؒ کی طبیعت کے مطابق گھوڑا خبیث جانور ہے جبکہ شوافع اور حنابلہ گھوڑے کو طیب کہتے ہیں اور اس کا گوشت استعمال کرنے میں کوئی طبعی کراہت محسوس نہیں کرتے۔ برصغیر پاک و ہند میں اہل حدیث کی فطرت بھی گھوڑے کا گوشت کھانے سے ابا نہیں کرتی، بلکہ ہمارے علاقوں میں اونٹ کا گوشت کھانے میں عامۃ الناس کو طبعاً زیادہ کراہت محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس کا گوشت کھانا ہمارے ہاں رواج میں نہیں ہے۔ اگر فقہا کا ایک گروہ کسی جانور کو کھانے میں کراہت محسوس کرے یا کسی مسلمان معاشرے میں کسی جانور کے کھانے کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اس کا گوشت کھانا پسند نہ کرتے ہوں تو کیا وہ جانور حرام ہو جائے گا؟

۱۷) اگر یہ مان لیا جائے کہ طیبات و خبائث کا تعین فطرت انسانی سے ہوگا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے حکم کے مطابق طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام قرار نہیں دیا۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبات و خبائث کے بعض مصداقات کا تعین کیا تھا جبکہ بعض کی تعیین کا معاملہ امت پر چھوڑ دیا تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو طیبات و خبائث کی تعیین کا اختیار خود آیت مبارکہ سے ثابت ہوا۔ عامۃ الناس کے لیے طیبات و خبائث کے تعین کا اختیار کس نص سے ثابت ہے؟ منظور صاحب کے لیے صرف یہ کہنا کافی دلیل نہیں ہے کہ چونکہ بعض علما نے بھی یہ کام کیا ہے، لہٰذا ہمارے لیے بھی جائز ہے۔ حالانکہ اس مسئلے میں علما اور غامدی صاحب کے موقف میں زمین و آسمان کا فرق ہے جسے ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّهُ وَرَسُولُهُ (التوبۃ: ۲۹)

''تم جنگ کرو ان لوگوں سے جو کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کو حرام نہیں ٹھہراتے کہ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہو۔''

یہ آیت مبارکہ میں اس مسئلے میں واضح ہے کہ حرام صرف وہی ہے جسے اللہ یا اس کے حکم سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ٹھہرا دیا اور یہ محرمات متعین ہیں۔ یہاں کسی فطرت کو حرمت کا اختیار نہیں دیا گیا۔ اگر تو فطرت انسانی کی بنیاد پر ایک فقیہ نے کسی جانور کو طیب قرار دیتے ہوئے حلال کہا اور دوسرے نے اسے خبیث کہتے ہوئے حرام قرار دیا تو یہ فقہا کے حلال و حرام ہوئے نہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس

عیب سے پاک ہیں کہ ایک ہی جانور مثلاً گھوڑے کو حلال بھی کہیں اور حرام بھی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الحلال بین و الحرام بین و بینھما مشبھات لا یعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی المشبھات استبرأ لدینه و عرضه و من وقع فی الشبھات کراع یرعی حول الحمی یو شك أن یو اقعه (صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینہ)

''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ ملتے جلتے امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جو کوئی بھی ان ملتے جلتے امور سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بھی بچا لیا اور جو ان میں مبتلا ہو گیا، اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کہ ایک چراگاہ کے گرد اپنے مویشی چراتا ہے اور قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں اپنے جانور ڈال دے۔''

علامہ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

'لا یعلم کثیر من الناس' سے مراد یہ ہے کہ اکثر لوگ ان معاملات کا حکم نہیں جانتے اور جامع ترمذی کی ایک روایت میں وضاحت ہے کہ اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ وہ حلال ہیں یا حرام ہیں اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کی حلت یا حرمت کا حکم معلوم کرنا تو ممکن ہے لیکن کچھ لوگوں کے لیے جو کہ اجتہاد کے درجے پر فائز ہوں۔ پس شبہات ان لوگوں کے لیے جو کہ مجتہدین نہیں ہیں کیونکہ عوام الناس کو یہ شبہات اس لیے واقع ہو جاتے ہیں کہ وہ دلیلوں میں ترجیح قائم نہیں کر سکتے۔'' (فتح الباری مع صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلال وحرام واضح ہیں اور متعین ہیں اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں بعض شرعی دلائل کے بظاہر تعارض کی وجہ سے عوام الناس کو اشتباہ ہو جاتا ہے کہ یہ حلال ہیں یا حرام ہیں تو مجتہدین ان دو شرعی دلیلوں میں نسخ، تطبیق یا ترجیح کے اصولوں کے ذریعے کوئی موقف قائم کر سکتے ہیں۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اور شبہات کا مطلب یہ ہے کہ ان کا معنی واضح نہیں ہے کہ وہ حلال ہیں یا حرام ہیں اس لیے اکثر لوگوں کو ان کی حلت یا حرمت کا علم نہیں ہے اور جہاں تک علما کا معاملہ ہے تو ایسی مشتبہ چیزوں کا حکم قیاس، استصحاب حال یا اس کے علاوہ شرعی اصولوں سے معلوم کر لیتے ہیں۔ پس جب کسی شے کی حلت یا حرمت کے بارے میں اشتباہ ہو جائے اور اس کے حلال یا حرام ہونے میں کوئی نص صریح یا اجماع نہ ہو تو مجتہد اس میں اجتہاد کر کے اس شے کو حلال یا حرام میں سے کسی ایک سے ملا دے گا... اور اگر مجتہد کے لیے بھی کسی چیز میں اشتباہ باقی رہے تو کیا پھر اس کی حلت کا حکم جاری کیا جائے گا یا حرمت کا یا اس میں توقف کیا جائے گا۔ اس میں تین مذاہب ہیں کہ جن کو قاضی عیاض وغیرہ نے بیان کیا ہے اور ظاہر نص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مذکور اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو کسی مسئلے میں شرعی حکم کے نزول سے پہلے ہو جاتا ہے اور اس مسئلے میں چار آرا ہیں جن میں سب

سے صحیح یہی ہے کہ نہ اس کو حلال کہا جائے گا اور نہ حرام اور نہ مباح اور نہ اس پر اس کے علاوہ کوئی حکم جاری کیا جائے گا کیونکہ اہل حق کے ہاں تکلیف کسی شرعی حکم کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔'' (شرح النووی مع صحیح مسلم' کتاب المساقاۃ' باب أخذ الحلال وترک الشبھات)

امام نوویؒ کے نزدیک کسی چیز کی حلت وحرمت کے بارے میں اگر اشتباہ ہو جائے تو مجتہد کسی شرعی اصول مثلاً قیاس یا استصحاب وغیرہ کی روشنی میں اس شے کے حلال وحرام ہونے کا فیصلہ کرے گا اور بغیر کسی شرعی دلیل کے حلت وحرمت ثابت نہ ہوگی۔

آپ ؐ کا فرمان ہے:

الحلال ما أحل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه و ما سکت عنه فهو مما عفا عنه (سنن الترمذی' کتاب اللباس عن رسول اللہ' باب ما جاء فی لبس الفراء)

''حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے۔''

محدث العصر علامہ مبارکپوریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

'فهو مما عفا عنه' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیا کے استعمال کو جائز اور ان کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے۔ اور اس حدیث سے یہ اصول بھی نکلا کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اور اس حدیث کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان 'وہی ہے کہ جس نے تمہارے فائدے کے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا ہے جو زمین میں ہے' سے بھی ہو رہی ہے۔'' (تحفۃ الأحوذی مع سنن الترمذی' کتاب اللباس عن رسول اللہ' باب ما جاء فی لبس الفراء)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلال وحرام وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال یا حرام ٹھہرایا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو 'ذی مخلب' اور 'ذی ناب' کو حرام قرار دیا ہے تو وہ اللہ ہی کے حکم سے قرآنی آیت 'یحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث' کا بیان ہے۔ لیکن اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی فقیہ یا مجتہد اپنی فطرت سے کسی جانور کو خبیث قرار دے کر حرام ٹھہراتا ہے تو اس کے بارے میں ہم یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے کیونکہ دوسرا فقیہ اس کو حلال بھی کہہ رہا ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنی ہوئی گوہ لائی گئی۔ آپ اس کو کھانے کے لیے جھکے تو آپ ؐ سے کہا گیا کہ یہ گوہ ہے۔ پس آپ ؐ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے سوال کیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ تو آپ ؐ نے جواب دیا: ''نہیں' لیکن چونکہ یہ جانور میری قوم کی سرزمین (یعنی مکہ) میں نہیں پایا جاتا اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا''۔ پس حضرت خالدؓ نے اس کو کھایا اور آپ ؐ حضرت خالدؓ کو دیکھ رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی خالہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کچھ پنیر' گھی اور گوہ ہدیہ کے طور پر بھیجے۔ پس آپ ؐ نے پنیر اور گھی کھا لیا اور گوہ سے کراہت کرتے ہوئے اسے چھوڑ

دیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گوہ آپؐ کے دسترخوان پر کھائی گئی‘ اگر وہ حرام ہوتی تو آپؐ کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کے گوشت کو ناپسند فرمایا اور آپؐ کے سامنے گوہ کا گوشت کھایا گیا لیکن آپؐ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔کھانے کے ایک جانور سے آپؐ کی فطرت ابا کر رہی تھی لیکن آپؐ نے اسے اپنی فطری ناپسندیدگی کی وجہ سے حرام قرار نہیں دے رہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے (یعنی وحی کے بغیر) کسی چیز کو حرام قرار نہیں دے سکتے اور فطرت انسانی اگر ایک چیز سے ابا کرتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حرام ہے‘ جیسا کہ غامدی صاحب کہتے ہیں۔یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ زمانہ رسالت کے اہل عرب کی فطرت کو دوسرے مسلمانوں کی فطرت پر کوئی فوقیت اور تحکم حاصل نہیں ہے جیسا کہ جناب غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ معروف و منکر کی تعیین بذریعہ انسانی فطرت میں‘ اگر انسانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں اہل عرب کے فطری رجحان کو ترجیح حاصل ہوگی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

> من أكل من هذه الشجرة الخبيثة فلا يقربنا المسجد فقال الناس حرمت حرمت فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فقال أيها الناس انه ليس لي تحريم ما أحل الله و لكنها شجرة أكره ريحها (مسند احمد:۱۰۶۶۲)
>
> ’’جس نے اس خبیث درخت (یعنی پیاز) کو کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے تو لوگ یہ کہنے لگے کہ (پیاز) حرام کر دیا گیا حرام کر دیا گیا۔جن آپؐ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! جس کو اللہ نے حلال ٹھہرایا ہے تو مجھے کوئی اختیار نہیں ہے کہ اسے حرام قرار دوں۔لیکن یہ ایک ایسا درخت ہے کہ جس کی خوشبو مجھے ناپسند ہے۔‘‘

یہ حدیث بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایک عام انسان کی فطرت تو کجا خیر العرب والعجم کی فطرت بھی اگر کسی کھانے کی چیز سے ابا کرے تو وہ حرام نہیں ہو سکتی جبکہ اللہ کی طرف سے اس کی حرمت کے بارے میں کوئی واضح حکم بذریعہ قرآن یا سنت نہ آ جائے۔

منظور الحسن صاحب کے دلائل

منظور صاحب نے اپنے اس موقف کی تائید میں کہ ’طیبات‘ اور ’خبائث‘ کا تعین فطرت انسانی سے ہوگا‘ قرآن و سنت سے کوئی ایک دلیل بھی نقل نہیں کی۔منظور صاحب کی کل دلیل اس مسئلے میں بعض علما کے اقوال ہیں حالانکہ اس بات پر وہ بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں کہ قرآن و سنت کے دلائل کو سمجھنے میں علما کی اہمیت تو مسلم ہے لیکن علما کے اقوال بذات خود کوئی شرعی دلیل نہیں ہیں۔لیکن ہمیں اس بات سے خوشی ہوئی کہ منظور صاحب نے طیبات و خبائث کے تعین میں علما کے اقوال نقل کیے۔چلیں اسی بہانے سہی‘ اصحاب مورد کو علما و فقہا تو یاد آ گئے۔منظور صاحب کا یہ کہنا کہ جو موقف غامدی صاحب کا ہے وہی

بعض پچھلے فقہا کا بھی ہے، لہٰذا راقم الحروف کو ان فقہا پر بھی نقد کرنی چاہیے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ طیبات وخبائث کی تعیین میں جو موقف بعض فقہا کے حوالے سے منظور صاحب نے بیان کیا ہے، وہ غامدی صاحب کے نقطہ نظر سے قطعاً مختلف ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہماری بحث اس وقت غامدی صاحب سے ہو رہی ہے نہ کہ پچھلوں سے' لہٰذا ہم پچھلوں پر فتوے کیوں لگائیں جبکہ ہمیں ان کا موقف سمجھ میں بھی آتا ہے۔

سب سے پہلے ہم قرآنی آیت 'یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث' کے بارے میں مفسرین کے اقوال نقل کریں گے کہ وہ اس آیت مبارکہ کی کیا تفسیر کرتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں علما کے درج ذیل اقوال ہیں:

ا۔ طیبات سے مراد وہ حلال چیزیں ہیں کہ جن کو مشرکین مکہ یا یہود نے اپنی طرف سے حرام ٹھہرا لیا تھا یا وہ یہود پر ان کی شرارتوں کی وجہ سے حرام کر دی گئی تھیں مثلاً بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' حام اور چربی وغیرہ' اور خبائث سے مراد وہ حرام اشیاء ہیں کہ جن کو اہل مکہ زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھتے تھے یا یہود نے ان کو حلال بنا لیا تھا مثلاً مردار' خنزیر' سود اور رشوت وغیرہ۔ یہ قول ابن عباسؓ' مقاتلؒ' امام طبریؒ' زمخشریؒ' ابن کثیرؒ' محلیؒ' ماوردیؒ' بغویؒ' عز بن عبد السلامؒ' نسفیؒ' خازنؒ' ابو سعودؒ' الثعلبیؒ' ابن عجیبہؒ' واحدیؒ' طنطاویؒ' الشربینی الخطیبؒ' مفتی عبدہ الفلاحؒ' مولانا عبد الرحمٰن کیلانیؒ' مولانا مودودیؒ' مفتی شفیع صاحبؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ کا ہے۔ امام بیضاویؒ کا رجحان بھی اسی طرح ہے۔

۲۔ طیبات سے مراد وہ اشیا ہیں جنہیں شریعت نے حلال قرار دیا ہے اور خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جنہیں شریعت اسلامیہ میں حرام کہا گیا ہے۔ یہ قول امام مالکؒ' ابن جریجؒ' فیروز آبادیؒ' سمرقندیؒ' الثعلبیؒ' ابن عاشورؒ کا ہے۔ امام قرطبیؒ' ابن عطیہؒ اور الثعالبیؒ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ مالکیہ کا مذہب بھی اسی قول کے مطابق ہے۔ یعنی جن چیزوں کی حلت وحرمت قرآن وسنت میں آ گئی وہ تو حلال یا حرام ہیں اور جن کے بارے میں خاموشی ہے ان کا کھانا جائز ہے، مثلاً سانپ' بچھو اور بھونرے وغیرہ۔ ابو جعفر النحاسؒ نے پہلے دونوں اقوال کو آیت کی تفسیر کے طور پر بیان کیا ہے۔ اس قول پر اگرچہ بعض اعتراضات وارد ہوتے ہیں، لیکن ابن عاشور مالکی نے اپنی تفسیر 'التحریر و التنویر' میں ان کا مفصل جواب دیا ہے۔

۳۔ طیبات سے مراد وہ جانور ہیں کہ جنہیں اہل عرب طبعاً پسند کرتے تھے اور خبائث سے مراد وہ حیوانات ہیں کہ جن کو عرب ناپسند کرتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جانوروں کو حلال یا حرام کہا ہے، وہ شرعاً حلال یا حرام ہیں اور جن جانوروں کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی نص نہیں ہے، ان کی حلت وحرمت کا فیصلہ اہل عرب کی طبیعت سے ہوگا۔ یہ قول امام شافعیؒ کا ہے۔ جمہور شوافع ور بعض حنابلہ نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔ شوافع کے نزدیک اہل عرب سے مراد شہروں اور بستیوں کے لوگوں ہیں نہ کہ دیہاتی اور صحرائی بدو۔ جبکہ حنابلہ کے نزدیک اہل عرب سے مراد اہل حجاز ہیں۔ یہ ذہن میں رہے کہ فقہا کے یہ دونوں گروہ طیبات وخبائث کی تعیین میں اہل عرب کے علاوہ دنیا کے دوسرے خطوں کے انسانوں کی طبیعت ومزاج کے رجحان ومیلان کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔

امام شافعیؒ' ابن قتیبہؒ اور ابن قدامہؒ کے حوالے سے منظور صاحب نے جو عبارات پیش کی ہیں، ان کا معنی ومفہوم وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک جن چیزوں کی حلت وحرمت کے بارے میں کوئی واضح نص نہ

ہو، ان کی حلت وحرمت کا فیصلہ اہل عرب کی طبیعت سے ہوگا۔ جبکہ غامدی صاحب کا موقف ان فقہا سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ ان فقہا کے نزدیک جن چیزوں کی حرمت اخبار آحاد میں آئی ہے، وہ اشیا شرعاً حرام ہیں جبکہ غامدی صاحب حدیث میں موجود حرام اشیا کی حرمت کو شرعی حرمت نہیں مانتے اور اسے بیان فطرت قرار دیتے ہیں اور اگر وہ ان فقہا کی طرح ان اشیا کی حرمت کو بیانِ شریعت مان لیں تو ان کا بنایا ہوا غلط اصول کہ حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید وتخصیص کا یہ مسئلہ محض سوءفہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے، ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ فقہا کا یہ گروہ طیبات وخبائث کے تعین میں اہل عرب کے طبعی رجحان کو فیصلہ کن حیثیت دیتا ہے اور غیر عرب کے طبعی میلان کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے جبکہ غامدی صاحب طیبات وخبائث کی تعیین میں نوع انسانی کی فطرت کی بات کرتے ہیں۔ اس فرق کے باوجود ہم غامدی صاحب کے تصور فطرت کے ساتھ ساتھ فقہا کی اس رائے کو اس وقت تک نہیں مان سکتے جب تک کسی شرعی نص سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اہل عرب اور ان میں بھی شہری عربوں کی طبیعت کو ساری امت مسلمہ پر حلت وحرمت کے مسئلے میں حَکم بنایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ رائے صریح نصوص کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ابن تیمیہؒ کی عبارات ہم اس مسئلے میں پہلے نقل کر چکے ہیں۔

۴۔ طیبات سے مراد وہ جانور ہیں کہ جن کے کھانے کو نفس انسانی پسند کرتا ہے اور انسانی طبیعت ان کے استعمال سے لذت حاصل کرتی ہے جبکہ خبائث سے مراد وہ حیوانات ہیں کہ جن کے کھانے کو انسانی طبیعت ناپسند کرتی ہے۔ یہ قول امام رازیؒ اور ابن الخطیبؒ کا ہے۔ ابن عادل الحنبلیؒ اور علامہ آلوسیؒ کا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے۔ ان حضرات کے نزدیک بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جانوروں کو حلال یا حرام کہا ہے وہ شرعاً حلال یا حرام ہیں اور جن جانوروں کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی نص نہیں ہے ان کی حلت وحرمت کا فیصلہ یہ علماء عامۃ الناس کے طبعی رجحان ومیلان پر چھوڑ دیتے ہیں۔ امام ابن حزمؒ لکھتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کو آپؐ نے حرام کہا ہے مثلاً گھریلو گدھے، کچلی والے جانور اور شکاری پرندے اور اس کے علاوہ جانور تو یہ سب خبائث میں شامل ہیں۔ (الأحکام: جلد۲، ص۲۰۱)

امام رازیؒ، علامہ کاسانیؒ اور ابن حزمؒ کی جو عبارات منظور صاحب نے پیش کی ہیں، ان کا یہی مفہوم ہے جو کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جناب منظور الحسن صاحب کا رجحان بھی اسی قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ غامدی صاحب کا قدیم قول بھی اسی طرح کا ہے جو کہ 'میزان' مطبوعہ ۱۹۸۵ء میں موجود ہے۔

۵۔ طیبات سے مراد وہ جانور ہیں کہ جن کے کھانے کو نفس انسانی پسند کرتا ہے اور انسانی طبیعت ان کے استعمال سے لذت حاصل کرتی ہے جبکہ خبائث سے مراد وہ حیوانات ہیں کہ جن کے کھانے کو انسانی طبیعت ناپسند کرتی ہے۔ اور جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں حرام قرار دیا ہے وہ اپنی فطرت سے حرام ٹھہرایا ہے نہ کہ وحی سے۔ لہٰذا حدیث میں موجود حرام اشیا بیان فطرت ہیں نہ کہ بیان شریعت۔ یہ جناب غامدی صاحب کا قول جدید ہے۔

۶۔ طیبات سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ٹھہرایا اور خبائث سے مراد وہ اشیا ہیں کہ جن کو آپؐ نے حرام قرار دیا ہے یعنی آپؐ نے اپنی احادیث سے طیبات اور خبائث کے مصداقات کا تعین کر دیا ہے۔ یہ قول مالکیہ، جمہور حنابلہ، بعض احناف، امام ابن تیمیہؒ اور امام شاطبیؒ کا ہے۔ بعد میں بعض فروعات کی حلت وحرمت

میں ان فقہا کے درمیان اختلاف ہوا مثلاً امام مالکؒ نے نصوص میں بیان شدہ صریح حرام جانوروں کے علاوہ باقی تمام جانوروں کو حلال قرار دیا جبکہ امام ابن تیمیہؒ نے نصوص قرآن وسنت سے علل نکال کر نصوص میں نہ بیان کیے گئے جانوروں کو بھی ان علل کی بنیاد پر حرام قرار دیا ہے۔ عبدالرحمن بن ناصر السعدیؒ، ابوبکر الجزائریؒ اور 'التفسیر المیسر' کے مؤلفین نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک طیبات کی حلت اور خبائث کی حرمت کی علت خارجی یعنی اہل عرب یا عامۃ الناس کا طبعی رجحان ومیلان نہیں ہے بلکہ یہ علت وحکمت ذاتی ہے اور اس علت وحکمت کا علم ہمیں احادیث مبارکہ سے حاصل ہوا ہے یعنی ہر وہ جانور کہ جس کا گوشت انسانی اعضا اور اخلاق کے لیے نفع بخش ہو وہ طیب ہے اور ہر وہ جانور جو انسان کے جسمانی اعضا یا اخلاقی رویوں میں فساد پیدا کرے وہ خبیث ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

> ''جمہور علما کا کہنا یہ ہے کہ طیبات سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور ان کا کھانا دین میں نفع کا باعث ہے اور خبیث سے مراد ہر وہ چیز ہے کہ جو اپنے کھانے والے کے دین کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ اور دین کی اُصل عدل ہے کہ جس کے قیام کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا، پس جو چیز اپنے کھانے والے میں ظلم اور زیادتی پیدا کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔ جیسا کہ ہر کچلی والے درندے کے کھانے کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ ایسا درندہ سرکش اور حد سے بڑھنے والا ہوتا ہے اور غذا دینے والا غذا لینے والے کے مشابہ ہوتا ہے۔ پس جب کسی انسان کا گوشت ایسے جانور سے پیدا ہو گا تو اس انسان کے اخلاق میں سرکشی اور زیادتی پیدا ہو جائے گی۔ اسی قسم کا حکم خون کا بھی ہے جو کہ شہوت اور غصے سے متعلقہ نفسانی قوتوں کو جمع کرتا ہے۔ پس جب انسان ایسی چیزوں کو بطور غذا استعمال کرتا ہے تو اس کی شہوت اور غصہ اعتدال سے بڑھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بہائے گئے خون کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس تھوڑے سے خون کو جائز قرار دیا گیا جو کہ جانور کے جسم میں باقی رہ جاتا ہے کیونکہ یہ ضرر نہیں دیتا (یعنی انسان کی شہوت اور غصہ نہیں بڑھاتا) اور خنزیر کا گوشت اس لیے خبیث ہے کہ یہ لوگوں میں برے اخلاق پیدا کرتا ہے۔'' (فتاویٰ ابن تیمیۃ: جلد ۱۹، ص ۲۴ و ۲۵)

ہمارے عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ فقہا کے اختلافات کو تو خوب بیان کرتے ہیں لیکن اس بنیاد کو بیان نہیں کرتے کہ جس پر ان کا اختلاف قائم ہے۔ متقدمین میں ابن رشدؒ نے 'بدایۃ المجتہد' میں اس منہج کو اختیار کیا ہے کہ فقہا کے اختلاف میں اصل بنیاد کو تلاش کر کے نمایاں کیا جائے تا کہ ان کے اختلاف کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ فقہا کے ایک گروہ کا کہنا یہ ہے کہ صرف وہی جانور حرام ہیں کہ جن کی حرمت قرآن وسنت میں ہے۔ علما کی اس جماعت نے جانوروں کی حرمت کے مسئلے میں شدت احتیاط کو اپنا منہج بنایا ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ کسی بھی جانور کو اس وقت تک حرام نہ کہیں جب تک کہ اس کے بارے میں کوئی صریح نص موجود نہ ہو، تا کہ اللہ پر وہ بہتان لازم نہ آئے جو کہ مشرکین مکہ پر لگایا گیا تھا۔ اس گروہ کے امام، امام مالکؒ ہیں۔ اپنے اسی منہج کے تحت امام صاحبؒ نے سانپ، بچھو اور حشرات الأرض کو بھی حلال کہا ہے، جبکہ فقہا کے ایک دوسرے گروہ کا کہنا یہ ہے کہ جن چیزوں کی حرمت قرآن وسنت میں وارد ہے وہ تو شرعاً حرام ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی کچھ جانور حرام ہیں۔ اب اس گروہ میں اس مسئلے میں اختلاف ہو گیا کہ نصوص میں موجود حرام جانوروں کے علاوہ حیوانات

کی حرمت کا علم کیسے حاصل ہوگا؟ بعض فقہا نے کہا کہ نصوص کے علاوہ جانوروں کی حلت وحرمت کا فیصلہ اہل عرب کی طبیعت اور رجحان سے ہوگا کیونکہ 'یحل لھم الطیبات و یحرم الخبائث' میں خطاب انہی میں سے ایک فرد سے ہے لہٰذا عرب جس کو طیب کہیں گے، اس کو آپؐ نے حلال قرار دیا اور وہ جس کو خبیث کہیں گے، آپؐ نے اس کو حرام کہا ہے۔ اس جماعت کے امام' امام شافعیؒ ہیں جبکہ بعض دوسرے فقہا کا کہنا یہ تھا کہ نصوص شریعت کی وسعتوں میں باقی جانوروں کی حلت وحرمت کا حکم بھی تلاش کیا جائے گا اور نصوص سے حرمت کی علل نکال کر غیر منصوص جانوروں کا کا حکم قیاس سے تلاش کیا جائے گا۔ اس جماعت کے امام' امام ابن تیمیہؒ ہیں۔ ہمارے نزدیک یہی موقف جو کہ امام ابن تیمیہؒ کا ہے' قوی ہے اور اس کے راجح ہونے کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱) اگر تو طیبات وخبائث کا تعین انسانی کے طبعی رجحان پر چھوڑ دیا جائے تو اللہ کی مراد کبھی بھی واضح نہ ہو سکے گی کیونکہ فقہا کی ایک جماعت اپنی طبیعت ورجحان کی بنیاد پر ایک جانور کو حرام ٹھہرائے گی تو دوسری اسے حلال کہے گی۔ مثلاً علامہ کاسانیؒ کی طبیعت کے مطابق گھوڑا خبیث جانور ہے جبکہ شوافع اور حنابلہ گھوڑے کو طیب کہتے ہیں اور اس کا گوشت استعمال کرنے میں کوئی طبعی رکاوٹ محسوس نہیں کرتے۔ سوال یہ ہے کہ فقہا کے اس اختلاف کی صورت میں طیب وخبیث کے تعین میں کس کی طبیعت اور مزاج معتبر ہوگا؟ فقہائے شافعیہ کا' احناف کے علما کا یا حنابلہ کا؟ ظاہر ہے ان میں سے کسی ایک کے مزاج یا طبیعت کو دوسروں پر حکم بنانے کی کوئی بھی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ جو شخص مقلد ہے، وہ بھی ایک مزاج اور طبیعت رکھتا ہے لہٰذا ایک ایسے مسئلے میں وہ کسی فقیہ کی تقلید کیوں کرے کہ جس کی بنیاد کسی شرعی دلیل پر نہیں بلکہ طبیعت ومزاج پر ہے؟ فقہا کو اس مسئلے میں عامۃ الناس پر حکم بنانے کی شرعی دلیل کیا ہے؟

۲) اگر تو کوئی شخص طیبات وخبائث کی تعیین میں اختلاف کی صورت میں اہل عرب کو حکم مانیں تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ بلکہ یہ تو صریح نصوص کے خلاف بھی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

> ''اور اسی طرح علما میں سے جس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر اس کو حرام قرار دیا ہے کہ جس کو اہل عرب خبیث سمجھتے تھے اور اس کو حلال قرار دیا ہے کہ کہ جس کو اہل عرب طیب سمجھتے تھے تو جمہور علما امام مالکؒ' امام ابوحنیفہؒ' امام احمدؒ اور متقدمین حنابلہ کا قول اس کے خلاف ہے۔ لیکن امام احمدؒ کے اصحاب میں سے خرقیؒ اور ایک گروہ نے اس مسئلے میں امام شافعیؒ کی موافقت اختیار کی ہے۔ لیکن امام احمدؒ سے مروی عام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کا مسلک وہی ہے جو کہ جمہور علماء' صحابہؓ اور تابعینؒ کا مسلک ہے کہ کسی چیز کی حرمت وحلت کا تعلق اہل عرب کے کسی چیز کو طیب یا خبیث سمجھنے سے معلق نہیں ہے بلکہ اہل عرب بہت سی ایسی چیزوں کو بھی طیب سمجھتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے جیسا کہ خون' مردار' گلا گھٹ کر مرنے والے جانور' چوٹ کھا کر مرنے والے جانور' کسی جگہ سے گر کر مرنے والے جانور' کسی دوسرے جانور کے سینگ سے مرنے والے جانور' درندوں کے شکار کا باقی ماندہ' اور وہ جانور ہیں کہ جن کو ذبح کرتے وقت ان پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور اہل عرب بلکہ ان کے بہترین لوگ بہت سی ایسی چیزوں کو ناپسند کرتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی حرام نہیں ٹھہرایا جیسا کہ گوہ کے گوشت کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے تھے اور آپؐ نے فرمایا چونکہ یہ میری

قوم کی سرزمین میں نہیں پائی جاتی اس لیے میں اپنے آپ کو اس سے دور رکھ رہا ہوں اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ حرام نہیں ہے اور آپؐ کے دستر خوان پر گوہ کھائی گئی اور آپؐ دیکھ رہے تھے۔ (یعنی آپؐ نے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا)'' (فتاویٰ ابن تیمیۃ: جلد ۱۹ ص ۲۴)

۳) اگر تو امام مالکؒ کا موقف اپنا لیا جائے تو بہت سی ایسی چیزیں بھی حلال قرار پائیں گی جو کہ انسانی جان اور اس کے روحانی و اخلاقی وجود کے لیے مضرت رساں ہوں گی جبکہ ان کا حلال ہونا مقاصد شریعہ کے خلاف بھی معلوم ہوتا ہے۔ امام مالکؒ نے طیبات سے مراد حلال اور خبائث سے مراد حرام جانور لیے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ امام مالکؒ کے موقف کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت (یأمرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث) میں یہ خبر دی ہے کہ آپؐ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔ طیب کو حلال ٹھہرائیں گے اور خبیث کو حرام قرار دیں گے۔ اگر تو معروف کا معنی یہ لیا جائے کہ اس سے مراد مأمور (جس کا حکم دیا گیا ہو) ہے اور منکر سے مراد صرف وہ چیزیں ہوں کہ جن کو شریعت میں حرام کہا گیا ہے تو اس آیت کا مفہوم یہ بنے گا: آپؐ ان کو حکم دیتے ہیں اس کا جس کا ان کو حکم دیتے ہیں اور ان کو منع کرتے ہیں اس سے جس سے ان کو منع کرتے ہیں اور ان کے لیے حلال کرتے ہیں اس کو کہ جس کو ان کے حلال کیا گیا ہے اور ان کے لیے حرام ٹھہراتے ہیں اس کو جس کو ان کے لیے حرام کیا گیا ہے۔ اس صورت میں اللہ کا کلام ہر قسم کے فائدے سے خالی ہو گا چہ جائیکہ اس کلام سے آپؐ کی باقی انبیا پر کوئی فضیلت ثابت ہو۔ یہ بات بھی معلوم ہے کہ اگر آیت کا یہی معنی مراد لیا جائے تو جو بھی کسی چیز کا حکم دے گا، وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل ہو گا اور تمام انبیا ایسے ہی ہوتے ہیں (یعنی کسی نہ کسی چیز کا حکم دیتے ہیں لہٰذا وہ سب اس آیت کا مصداق بنیں گے تو آپؐ کے لیے اس کلام کو لانے کا کوئی فائدہ باقی نہ رہے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہود کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض ایسی طیبات کو حرام کر دیا تھا جو کہ ان کے حلال کی گئی تھیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ طیب ہونا ایک ذاتی وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات طیبات کو ان کے ذاتی وصف کے ساتھ باوصف ہونے کے باوجود اپنے بعض بندوں کو سزا دینے کے لیے حرام کر دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان چیزوں کا ذکر کیا جو کہ بنی اسرائیل پر حرام کی گئی تھیں تو فرمایا: یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی سزا دی اور بے شک ہم سچے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آپؐ سے سوال کرتے ہیں کیا چیز ان کے لیے حلال کی گئی ہے تو آپؐ ان سے کہہ دیں: تمہارے لیے طیبات حلال کیے گئے ہیں۔ اگر طیبات سے مراد حلال ہی ہو تو کلام کا فائدہ باقی نہ رہے گا (یعنی سوال یہ ہوا تھا کہ کیا حلال کیا گیا ہے اور طیب سے مراد حلال لینے کی صورت میں جواب یہ ہو گا کہ حلال کو حلال کیا گیا ہے) پس یہ معلوم ہوا کہ طیب یا خبیث ہونا چیزوں کے ذاتی اوصاف ہیں۔'' (مجموع الفتاوی: جلد ۱۷، ص ۱۷۷)

امام ابن تیمیہؒ امام شافعیؒ کی رائے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''طیب سے مراد صرف کسی کھانے کا انسان کے نزدیک لذیذ ہونا نہیں ہے کیونکہ انسان بعض اوقات بعض ایسی

چیزوں کو کھا کر لذت حاصل کرتا ہے جو کہ اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں مثلاً زہر اور بہت سی ایسی چیزیں کہ جن کے استعمال سے طبیب (ڈاکٹر) انسانوں کو روکتے ہیں۔ اور نہ ہی طیب سے مراد یہ ہے کہ عرب اقوام میں سے ایک جماعت اس کے کھانے سے لذت محسوس کرے یا عرب جس کے کھانے کے عادی ہوں۔ کیونکہ مسلمان اقوام میں سے کسی ایک قوم کا محض کسی چیز کو کھانا یا اس کو پسند کرنا یا ناپسند جاننا اس وجہ سے کہ وہ ان کے علاقوں میں نہیں پائی جاتی' سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو تمام امت مسلمہ پر حرام کر دیں کہ جن کو اہل عرب کی طبیعتیں پسند نہیں کرتیں۔ اور نہ ہی اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جس چیز کے کھانے کے اہل عرب عادی ہوں اس کو تمام امت کے حلال کر دیا جائے کیونکہ عرب تو خون اور مردار اور اس کے علاوہ بہت سی ایسی چیزوں کو کھانے کے عادی تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ بعض عرب سے جب یہ سوال ہوا کہ تم کیا کھاتے ہو تو انہوں نے جواب دیا: ہر زندہ اور مردہ چیز کو سوائے اُم حبین (ایک زہریلا درخت) کے۔ تو اس شخص نے جواب دیا: اُم حبین کو عافیت مبارک ہو۔ خود قریش کی صورت حال یہ تھی کہ وہ بہت سے ایسی خبیث چیزیں کھاتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اور ایسی چیزوں کے کھانے سے بچتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں ٹھہرایا ہے۔'' (مجموع الفتاوی: جلد ۱۷، ص ۱۷۷ و ۱۷۸)

امام شافعیؒ کے نزدیک خبیث یا طیب ہونا ایک اضافی وصف ہے یعنی کسی چیز کے خبیث یا طیب ہونے کا اعتبار اس کے کھانے والوں کی نسبت سے ہوگا۔ امام ابن تیمیہؒ اس رائے کو نہیں مانتے اور یہ کہتے ہیں کہ خبیث یا طیب ہونا اشیا کے ذاتی اوصاف ہیں اور طیب سے مراد ہر وہ شے ہے جو انسان کے لیے نفع بخش ہو اور خبیث سے مراد ہر وہ شے ہے کہ جو انسان کے لیے ضرر رساں ہو۔

اصولیین نے علت کی شرائط میں لکھا ہے کہ اس کے لیے منضبط وصف ہونا اس کی بنیادی شرائط میں سے ایک شرط ہیں۔ لہٰذا وہی وصف کسی حکم کی علت بن سکتا ہے جو کہ منضبط وصف ہو یعنی ایسا وصف ہو جو کہ اشخاص اور احوال کے اعتبار سے تبدیل نہ ہوتا ہو۔ غامدی صاحب نے چیزوں کی حلت و حرمت کے بارے میں جو وصف (یعنی انسان کی فطرت و طبیعت) بیان کیا ہے، وہ بالکل بھی منضبط وصف نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کے اعتبار سے حکم بھی تبدیل ہو رہا ہے، البتہ امام شافعیؒ نے اس وصف کو منضبط کرنے کے لیے اہل عرب کے ایک خاص طبقے کے ساتھ اس کو متعلق کر دیا ہے، لیکن اس کے باوجود اس وصف میں کامل انضباط موجود نہیں ہے جس کی دلیل گوہ کو کھانے والی حدیث ہے۔ اگر امام شافعیؒ کا بیان کردہ وصف (یعنی اہل عرب کی طبیعت) ایک منضبط وصف ہوتا تو دو عرب یعنی آپ ؐ اور خالد بن ولید میں گوہ کھانے میں اختلاف نہ ہوتا۔

اسی طرح غامدی صاحب اور امام شافعیؒ کے بیان کردہ اوصاف مناسب وصف بھی نہیں ہیں اور علت کی بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مناسب وصف ہو یعنی شارع نے اس حکم سے جس مصلحت کا قصد کیا ہو وہ اس وصف سے پوری ہوتی ہو یا آسان الفاظ میں حکم کی اس وصف کے ساتھ مناسبت عقلاً سمجھ میں آتی ہو جیسا کہ شراب کے حرام ہونے کے حکم کے لیے نشہ ایک مناسب وصف ہے کیونکہ اس وصف کی وجہ سے شراب کی حرمت کے حکم سے شارع کا مقصد (انسان کی عقل کی حفاظت) پورا ہوتا ہے جبکہ شراب کا مائع ہونا اس کی حرمت کے لیے ایک غیر مناسب وصف ہے کہ جس سے شارع کا کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ وصف شراب کی حرمت کی علت نہیں بن سکتا۔ ایسے اوصاف کو اصولیین وصف طردی یا

اتفاقی بھی کہہ دیتے ہیں۔ غامدی صاحب اور امام شافعیؒ کا بیان کردہ وصف غیر مناسب وصف ہے کیونکہ اس سے شارع کا کوئی مقصد اور مصلحت پوری نہیں ہوتی لہٰذا یہ وصف حرمت وحلت کے حکم کی علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر یہ ثابت بھی کر دیا جائے کہ امام شافعیؒ کا بیان کردہ وصف حکم کے مناسب ہے تو پھر بھی بعض اوقات کسی وصف کی حکم کے ساتھ مناسبت کسی مجتہد کے لیے تو ثابت ہو جاتی ہے لیکن شارع کے نزدیک وہ وصف لغو ہوتا ہے، اس کو اصولیین کی اصطلاح میں مناسب ملغی کہتے ہیں۔ اہل عرب کی طبیعت کو حرمت وحلت کی بنیاد بنانے کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام میں لغو وصف قرار دیا ہے جیسا کہ اس بارے میں ہم پیچھے آیات نقل کر چکے ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ نے جو وصف بیان کیا ہے، وہ منضبط بھی ہے اور مناسب بھی ہے لہٰذا امام صاحبؒ کا بیان کردہ وصف ہی کسی جانور کے حلال یا حرام ہونے کی بنیاد و علت ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کریں گے پس ہر وہ چیز جو کہ نفع بخش ہو، وہ طیب ہے اور ہر وہ چیز جو کو ضرر رساں ہو وہ خبیث ہے۔ اس وصف کی حکم کے ساتھ مناسبت ہر صاحب عقل کے لیے واضح ہے کیونکہ منفعت، تحلیل کے لیے ایک مناسب وصف ہے جبکہ ضرر، تحریم کے لیے ایک مناسب وصف ہے۔ اور مسلک دوران (اصولیین کے نزدیک علت معلوم کرنے کا ایک طریقہ) سے بھی ہماری بیان کردہ علت ثابت ہے کیونکہ تحریم، مضرتوں کے موجود ہونے کے اعتبار سے مردار، خون، خنزیر کے گوشت، کچلی والے درندوں، پنجوں والے پرندوں اور شراب وغیرہم میں گھومتی ہے۔'' (مجموع الفتاوی، جلد ۲۱، ص ۵۴۰)

ہمارا نقطہ نظر اس مسئلے میں وہی ہے جو کہ امام ابن تیمیہؒ کا ہے۔ اس مضمون میں ہم نے حلت وحرمت کے حوالے سے چند اصولی بحثیں کی ہے۔ فروعات میں کیا چیزیں حرام ہیں اور کیا حلال ہیں، ان شاء اللہ ان اصولی بحثوں کی روشنی میں کسی اور وقت میں اس پر بھی مفصل بحث ہوگی۔

فن حدیث کے اصول ومبادی

(زیر طبع)

☆ علم حدیث اور اس کی اقسام	☆ حدیث کی حفاظت کے لیے محدثین کی خدمات
☆ تصحیح وتضعیف کے اصول وقواعد	☆ متن کے تنقیدی مطالعہ کے اصول
☆ علم حدیث میں درایتی نقد کا تصور	☆ امہات کتب حدیث کا تعارف اور مقام استناد

رشحات قلم: شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

ترتیب وتدوین واضافہ جات: محمد عمار خان ناصر